عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور اُس کے نتائج وثمرات

(تیسری قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رائے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے سے اتفاق

’’إن الأمر لما ضاق علی المسلمین فی حرب الأحزاب، وکان فی الکفار قوم من أهل مکة عوناً لهم رئیسهم عیینة بن حصن الفزاری، أبوسفیان بن حرب، بعث رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم إلٰی عیینة وقال: ارجع أنت و قومک ولک ثلث: ثمار المدینة، فأبٰی إلَّا أن یعطیه نصفَها فاستشار فی ذلک الأنصارَ و فیهم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ و سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ رئیسا الأوس والخزرج ، فقالا: هذا شئ أمرک اللّٰه به أم شئ رأیته من نفسک؟ قال: لا، بل رأیی رأیته من عند نفسی، فقالا: یا رسول اللّٰه! لم ینالوا من ثمار المدینة إلابشراء أو بقری فإذا أعزنا اللّٰه بالإسلام لا نعطیهم الدنیئة، فلیس بیننا و بینهم إلَّا السیف، و فرح بذلک رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال للذین جاؤوا بالصلح: اذهبوا فلا نعطیهم إلا السیف‘‘۔(۱)

’’غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر جب جنگ کا معاملہ پریشان کن ہوگیا اور کفار (کے لشکر) میں مکہ کے لوگوں کی ایک جماعت ان کی معاونت کررہی تھی، ان کے سردار عیینہ بن حصن اور ابوسفیان بن حرب تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ کے پاس (ایک قاصد) بھیجا اور فرمایا: تو اور تیری قوم (کفار کی نصرت و مدد چھوڑ کر) مکہ لوٹ جائے تو تمہارے لیے مدینہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ ہوگا تو اس نے صاف انکار کردیا، مگر یہ کہ آپ ہمیں آدھے پھل دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں انصار سے مشورہ کیا اور ان میں قبیلہ اوس وخزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یا یہ آپ کی ذاتی رائے ہے؟ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ میری اپنی رائے ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان مکہ والوں کو خرید وفروخت اور مہمانداری کے علاوہ مدینہ کے پھل نہیں ملے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے تو ہم ان کو گئی گزری چیز بھی نہیں دیں گے،

ہمارے اوران کے درمیان میں (فیصلہ کن چیز) صرف تلوار ہے، رسول اللہ ﷺ (ان کی) اس بات سے مسرور ہوئے، پھران کی طرف سے صلح کے لیے آئے ہوئے لوگوں سے کہا: جاؤ! اب تو ہم ان کا تلوار ہی سے فیصلہ کریں گے۔‘‘

رائے کے استعمال پر اظہارِ مسرت

ایک حدیث میں ہے:

’’عن رجال من أصحاب معاذؓ: أنّ رسول اللّٰہ ﷺ لـمّا بعثه إلٰی الیمن، قال: کیف تقضی؟ قال: بکتاب اللّٰہ عزّوجل، قال: فإن لم تجد فی کتاب اللّٰہ؟ فقال: بسنّة رسول اللّٰہ ﷺ، قال: فإن لم یکن في سنة رسول اللّٰہ ؟ قال: أجتهد برأیي، فقال: الحمد للّٰہ الذی وَفَّقَ رسولَ رسولِ اللّٰہ ﷺ لِما یُحبّهٗ رسولُ اللّٰہ ﷺ، فأجاز له الاجتهادَ فیما لا نصّ فیه. ومن جهة أخریٰ أنّ هذا الخبر قدتلقّاه النّاس بالقبول واستفاض، واشتهر عندهم من غیر نکیرمن أحدٍ منهم علی رواته، ولا ردَّ له وأیضًا: فإن أکثر أحواله أن یصیر مرسلا، والمرسل عندنا مقبول‘‘۔(۲)

’’حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں جب یمن کی طرف (قاضی بناکر) بھیجا تو پوچھا: (جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ آئے گا) کیسے فیصلہ کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ کے موافق۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کیا:! رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق۔ سرکاردوعالم ﷺ نے پھر پوچھا: اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ملے؟ عرض کیا: اپنی رائے واجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔ تو سرورکونین ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول وسفیر کو ایسی چیز کی توفیق عنایت فرمائی جس کو اللہ کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ان کو غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت عطا کی تھی، اس حدیث کو عوام وخواص میں قبول عام حاصل ہے اوراہل علم کے یہاں اس حدیث کو بغیر کسی انکار ورد کے شہرت حاصل ہے۔ نیز (یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ) بیشتر راویوں نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے اورمرسل ہمارے (حنفیہ کے) یہاں مقبول اورقابلِ حجت ہے۔‘‘

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ارشاد ’’أجتهد برأیي‘‘ کی تشریح صحیح البخاری وسنن ابی داؤد کے اولین شارح امام ابوسلیمان الخطابی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۸۸ھ نے ان الفاظ میں کی ہے:

’’قال الخطابی: أجتهد برأیي یرید الإجتهادَ فی رد القضیة من طریق القیاس إلٰی معنی الکتاب والسنة ولم یرد الرأی الذی یسنح له من قبل نفسه أویخطر بباله من غیرأصل من کتاب أوسنّة وفی هذا إثبات القیاس وإیجاب الحکم به‘‘۔ (۳)

یعنی ’’أجتهد برأيي‘‘ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مراد وہ اجتہاد ہے جس میں قیاس کے ذریعہ غیر منصوص مسئلے کے حکم کو قرآن وسنت کے معنی ومنشأ کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس رائے کی طرف جو محض نفسانی خواہش کی بنا پر ظاہر ہو، یا وہ رائے جو قرآن وسنت کی اصل کے بغیر یوں ہی دل میں کھٹکنے لگے۔ یہ حدیث قیاس کے ثبوت کی دلیل ہے، نیز اس امر کی دلیل ہے کہ قیاس جو حکم ثابت کرتا ہے اس پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔‘‘

فقہاء محدثین میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے مأخذ وسند کے متعلق فرماتے ہیں: ’’هذا الحديث في المسند والسنن بإسناد جيد‘‘۔(۴) یعنی ’’یہ حدیث مسند احمد اور سنن کی کتابوں میں عمدہ سند کے ساتھ آئی ہے۔‘‘.......

فقہی بصیرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراستگی

اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صفت سے آراستہ تھے اور اس صفت کے اصل مصداق رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابواسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۷۶ھ ’’طبقات الفقهاء‘‘ میں رقم طراز ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

’’اس حقیقت کو سمجھو کہ رسول اللہ ﷺ کے اکثر و بیشتر صحابیؓ جنہوں نے ان کی صحبت اٹھائی اور ان سے وابستہ رہے، وہ سب فقیہ ہیں اور بلا شبہ یہ فقہ (شریعت کو سمجھنے سمجھانے) کا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں آیا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خطاب (اوامر ونواہی) اور اس کے رسول ﷺ کے خطاب سے جو کچھ سمجھا اور رسول اکرم ﷺ کے افعال واعمال اور تقریرات (معرض بیان میں آپ ﷺ کے سکوت کرنے اور نکیر نہ کرنے) کو جانا اور سمجھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے۔ وہی قرآن کریم ہے جو انہی کی زبان میں ہے۔ ان اسباب کی وجہ سے جنہیں یہ جانتے اور ان واقعات کے تحت جو ان کے سامنے پیش آئے تھے یہ ان سے واقف تھے‘ اتارا گیا۔ انہوں نے نوشتۂ وحی کو سمجھا، اس کے منشأ ومطلب کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کے صریح اور غیر صریح احکام کو سمجھا۔ ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۲۴ھ) نے ’’كتاب المجاز‘‘ میں کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابیؓ سے منقول نہیں کہ اس نے قرآن کی کسی صریح وصاف بات کو سمجھنے میں رسول اللہ ﷺ سے رجوع کیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا خطاب ان سے انہی کی زبان میں ہوتا تھا، وہ اس کے معانی ومطالب کو جانتے، اس کی مبہم بات کو سمجھتے تھے، اس کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وہ افعال جن کا تعلق عبادات، معاملات، عادات و اطوار اور سیاسیات سے ہے، ان سب کا انہوں نے مشاہدہ کیا، دیکھا، اور سمجھا تھا۔ اور جو باتیں ان کے سامنے بار بار آتی تھیں ان کی گہرائی تک پہنچتے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: ’’أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم‘‘ (میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح رہنما ہیں، تم

جس کی پیروی کرو گے رہنمائی پاؤ گے) اس لیے جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کیے ہیں، غور و فکر کرے گا اور ان اعمال میں جن کا تعلق عبادات وغیرہ سے ہے نقل کرے گا، وہ ان کے علم و دانش، فہم و فراست اور فضل و کمال کی طرف اپنے آپ کو مجبور و محتاج پائے گا، یہ اور بات ہے کہ ان اکثر و بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہیں فتویٰ دینے، حلال و حرام سے بحث کرنے (اور مشکل مسئلوں کا حل نکالنے) میں شہرت حاصل تھی، وہ ایک مخصوص جماعت تھی۔'' (۵)

عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ (۶) ان میں اکثر و بیشتر فقیہ تھے، لیکن ہر ایک صحابیؓ مجتہد نہ تھا اور نہ وہ اپنے آپ کو فتویٰ دینے کا اہل سمجھتا اور نہ اسلامی معاشرے میں اس کو اس اہم ذمہ داری کا اہل سمجھا جاتا تھا۔

مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اوپر تصریح گزر گئی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مذکورہ بالا تعداد میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے بکثرت فتویٰ منقول ہیں، ایسے کل سات مجتہد صحابیؓ ہیں۔ اور جن سے کم فتوے منقول ہیں، وہ تیرہ مجتہد صحابیؓ ہیں۔ اور جن سے کم تر صرف ایک دو فتوے منقول ہیں، وہ ایک سو بیس ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد میں صرف سات ہی سربرآوردہ مجتہدین کو شمار کیا جائے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ سولہ ہزار دو سو پچاسی صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں صرف ہمیں ایک ہی عظیم ترین مجتہد نظر آتا ہے۔

اور اگر ان تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن کے فتوے کم منقول ہیں، ان سات عظیم ترین مجتہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن سے بکثرت فتوے منقول ہیں، ملائیں تو ان عظیم ترین اور عظیم تر سب کی تعداد بیس ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پانچ ہزار سات سو کی جماعت میں ہمیں ایک مجتہد ملتا ہے۔

مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین طبقات

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۵۶ھ نے عہدِ صحابہؓ میں مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین طبقات بیان کیے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''لم ترووا الفتیا فی العبادات والأحکام إلّا عن مائة ونیف وثلاثین منهم فقط من رجل و امرأة بعد التقصی الشدیدة''۔ (۷)

''عبادات اور ایسے مسائل میں جن میں شریعت کا حکم درکار رہوتا ہے، فتوے دینے والے صحابیؓ اور صحابیہؓ کا بہت چھان بین کے بعد پتہ لگ سکا ہے۔ ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ اوپر ہے۔''

ان مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین طبقات ہیں:

۱:...... پہلا طبقہ مکثرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ یہ وہ اربابِ فتویٰ صحابی ہیں جن کے فتووں کی سنن وآثار کی کتابوں میں اتنی کثرت اور بہتات ہے کہ انہیں یکجا کیا جائے تو ایک بڑی موٹی جلد تیار ہو جائے۔

۲:...... دوسرا طبقہ متوسطین صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ یہ ان اربابِ فتویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے جن کے فتووں کی کتب وآثار وسنن میں اتنی کثرت نہیں کہ موٹی سی ایک کتاب بن جائے، لیکن اتنی تعداد ضرور منقول ہے کہ ان سے ایک رسالہ ترتیب پا جائے۔

۳:...... تیسرا طبقہ مقلین کا ہے۔ یہ ان اربابِ فتویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے جن سے اتنے فتوے بھی حدیث کی کتابوں میں منقول نہیں کہ ایک چھوٹا موٹا رسالہ ہی بنایا جاسکے، بس ایک دو فتوے ہی منقول ہیں، وہ ایک جز (ایک یا دو ہی ورق) میں آجائیں گے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ:

مکثرین (کثرت سے فتوے دینے والے) سات اربابِ فتویٰ صحابیؓ یہ ہیں:

۱:...... ام المومنین حضرت عائشہؓ، ۲:...... حضرت عمر بن الخطابؓ، ۳:...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ۴:...... حضرت علیؓ بن ابی طالب، ۵:...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ۶:...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ۷:...... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور یہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، ان میں سے ہر ایک کے فتووں کو جمع کیا جائے تو وہ ایک موٹی کتاب بن جائے۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن امیر المومنین مامون نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتووں کو جمع کیا تو وہ بیس کتابوں میں یکجا ہوئے تھے۔ ابوبکر محمد رحمۃ اللہ علیہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے، یہ علم فقہ و حدیث میں ائمہ اسلام میں سے ایک تھے۔

متوسطین میں وہ اربابِ فتویٰ صحابی ہیں جن سے زیادہ فتوے منقول نہیں، ان میں:

۱:...... ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، ۲:...... حضرت انس بن مالکؓ، ۳:...... حضرت ابوسعید خدریؓ، ۴:...... حضرت ابوہریرہؓ، ۵:...... حضرت عثمان بن عفانؓ، ۶:...... حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، ۷:...... حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، ۸:...... ابوموسیٰ اشعریؓ، ۹:...... معاذ بن جبلؓ، ۱۰:...... حضرت ابوبکر صدیقؓ، ۱۱:...... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، ۱۲:...... حضرت سلمان فارسیؓ، ۱۳:...... جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں، یہ تیرہ -۱۳- صحابیؓ ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کے فتوے اگر جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا رسالہ بن جائے گا۔ انہی میں ۱:...... حضرت طلحہؓ، ۲:...... حضرت زبیرؓ، ۳:...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ۴:...... حضرت عمران بن حصینؓ، ۵:...... حضرت ابوبکرؓ، ۶:...... حضرت عبادہ بن صامتؓ، ۷:...... حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے ناموں کو اور بڑھایا جائے اور تیرہ -۱۳- میں سات -۷- کا اور اضافہ کیا جائے تو متوسطین کی تعداد بیس تک پہنچ جائے گی، اس صورت میں مکثرین اور متوسطین کی مجموعی تعداد ستائیس ہو جائے گی۔

باقی سب مقلین وہ صحابی ہیں جن میں ہر ایک سے ایک دو فتوے ہی منقول ہیں اور وہ بہت مختصر ہیں، ورق دو ورق سے زیادہ نہیں ہیں، ان سے ہر ایک کے فتووں کا بہت مختصر جزء بنے گا۔ (۸) مکثرین، متوسطین صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد کے پیش نظر علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۶۱ھ نے شرح فتح القدیر میں لکھا ہے:

''لا تبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين''۔ (۹)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مجتہدین صحابہؓ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں پہنچتی ہے۔''

ان ارباب فتویٰ صحابہؓ کی مجموعی تعداد ایک سو سترہ سے کچھ اوپر ہے۔ ان میں ایک سو بیالیس -۱۴۲- صحابیؓ اور بیس -۲۰- صحابیہؓ ہیں، جن کی مجموعی تعداد ایک سو باسٹھ ہی ہوتی ہے۔ (۱۰)

لیکن ڈاکٹر احسان عباس، ڈاکٹر ناصر الاسد کی تحقیق اور شیخ احمد محمد شاکر کی مراجعت کے ساتھ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا رسالہ ''أصحاب الفتيا من الصحابةؓ و من بعد هم على مراتبهم في كثرة الفتيا'' میں ارباب فتویٰ صحابہؓ وصحابیاتؓ کی مجموعی تعداد ۱۴۹/ مذکور ہے، ہم نے اس نقص کو علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی ''الأحكام صفحہ: ۹۳'' سے مقابلہ کیا تو مجموعی تعداد تو درست نکلی، لیکن صحابیاتؓ کی تعداد بیس نہیں بائیس ہے۔ اس لحاظ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی مجموعی تعداد ایک سو چونسٹھ -۱۶۴- ہو جاتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مسلم معاشرے میں جب کبھی اور جہاں کہیں نت نئے مسائل پیش آئے، اکثر و بیشتر انہی سات اکابر مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں کسی نہ کسی کے پاس جا کر مسئلہ کا حکم، اس کا حل اور جواب پوچھا جاتا تھا اور جس سے معلوم کیا جاتا وہ اپنی مجتہدانہ بصیرت سے کبھی فوراً جواب دے کر سائل کو عمل کا راستہ بتاتا تھا، جیسا کہ کسی نے میراث کا ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ دوران خطبہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اور آپؓ نے اسی وقت اس کا حل بتایا، وہ جواب آج بھی مسئلہ منبریہ کے نام سے مشہور ہے۔ کبھی سائل سے کہا جاتا کہ بعد میں اس کا جواب دیا جائے گا، چنانچہ غور وفکر میں کبھی ایک مہینہ گزر جاتا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مہر اور میراث مفوضہ کے مسئلے کا جواب ایک مہینے کے بعد دیا تھا۔ (۱۱) اور جب انہیں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی جواب دیا تھا تو ایسی خوشی ہوئی تھی کہ زندگی میں عظیم کارنامے انجام دینے پر انہیں اتنی خوشی ومسرت نہیں ہوئی ہوگی، جتنی اس مسئلہ کے حل اور رسالت مآب ﷺ کے جواب کے ساتھ مطابقت وموافقت سے ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی فطرت میں کیسا عظیم اجتہادی ملکہ ودیعت کیا گیا تھا۔ اور بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری، صحبت وخدمت نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسا جلا ونور بخشا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلے کو حل کرنا اور اس پر عمل کرنا اُن کے لیے آسان تھا۔ ان اکابر مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجتہدانہ صلاحیت اور فقیہانہ بصیرت، مزاج شریعت سے مناسبت اور اس میں رسوخ وپختگی نے انہیں مرجع خلائق بنایا تھا، مسائل کے حل میں سب کی نگاہیں انہی کی طرف اٹھتی تھیں اور انہی کے بتائے ہوئے مسئلوں پر عمل کیا جاتا تھا۔

مذکورہ بالا مجتہدین صحابہؓ میں سے ہر مجتہد نے جن مسائل کو حل کیا، یہ انفرادی اجتہادی مسائل کا ذخیرہ ہر مجتہد کے اندازِ فکر ونظر کا شاہد، اس کی اجتہادی آراونظریات کا جامع اوراس کی اصابتِ رائے کا شاہکار ہے۔

مذکورہ بالا مجتہدین صحابہؓ کے اجتہادی کام کی ابتدا عہد رسالت میں مدینہ منورہ سے ہوئی، جیسا کہ گزر چکا، پھر جیسے جیسے اسلامی قلمرو کی فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، ان کی اجتہادی سرگرمیوں کا دائرہ بھی اسلامی مملکت کے مرکزی شہروں میں وسعت اختیار کرتا گیا، ان کی تعلیمی وتربیتی مساعی سے ان کے طلبہ اور شاگردوں میں اجتہادی سلیقہ پروان چڑھتا گیا، چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے اس بنیادی فریضے کو اسلامی قلمرو کے وسیع تر علاقے کے مرکزی شہروں میں انجام دینا شروع کیا۔

ان سات مجتہدین صحابہؓ کے جس مجتہدانہ کام کا آغاز عہدِ رسالت میں مدینہ سے ہوا تھا، وہ سارے اسلامی قلمرو میں پھیلا اور ان مکثرین صحابہؓ کے اجتہادی کام کا سلسلہ عہد صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر ساتویں دہائی کے وسط میں اختتام پذیر ہوا اور ان کے نامور شاگردوں نے اس سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، لیکن اس کا دائرہ انفرادی کوششوں تک محدود رہا، اور اسلامی قلمرو کی مقامی اور وقتی ضرورتوں کو پورا کرتا رہا، مگر شورائی نظامِ اجتہادی جس کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کیا تھا، وہ اکابر مجتہدین کے اسلامی قلمرو میں مامور کیے جانے سے زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔

عہدِ رسالت میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمتِ افتاء

فتوے دینا رسول اللہ ﷺ کا فرض منصبی تھا، قرآن میں اس کا ذکر ہے: ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' (۱۲) ''صحابہ رضی اللہ عنہم آپ (ﷺ) سے فتویٰ لیتے ہیں''، یعنی شرعی حکم معلوم کرتے ہیں۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ فتویٰ دیتے تھے، آپ ﷺ نے بعض مہاجر وانصار صحابہؓ کی بھی تربیت کی تھی اور وہ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کی اجازت سے فتویٰ دیتے تھے۔ (۱۳) ان میں چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہرت حاصل تھی، تین مہاجر اور تین انصاری تھے، چنانچہ حضرت سہل بن ابی خیثمہ ساعدی رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

> ''کان الذین یُفتون علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاثة من المهاجرین و ثلاثة من الأنصار: عمر، و عثمان و علی و أُبی بن کعب و معاذ بن جبل، و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم''۔ (۱۴)

> ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتویٰ دیتے تھے، ان میں تین حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم مہاجر تھے اور تین حضرت اُبی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم انصاری تھے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: مجھے احادیث وآثار کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ زمانۂ رسالت میں افتاء کی خدمت انجام دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم آٹھ تھے، میں نے انہیں دو

شعروں میں نظم کیا ہے، وہ شعر یہ ہیں:

وقد كان في عصر النبيؐ ثمانية
يقومون بالإفتاء قومة قانت
فأربعة أهل الخلافة معهم
معاذؓ، أبيؓ، و ابن عوفؓ، ابن ثابتؓ (۱۵)

یعنی ''حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم فتاویٰ دینے کا ایسا اہتمام کرتے جیسے کوئی فرمانبردار اطاعت الٰہی کرتا ہے۔ ان میں چار خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم تھے اور ان کے ساتھ حضرت معاذ، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی یہ خدمت انجام دیتے تھے۔''

مؤرخ علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ نے ''کتاب المدهش'' میں عہد رسالت میں مفتیانِ صحابہؓ کی تعداد چودہ نقل کی ہے، موصوف کا بیان ہے:

''من كان يفتي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: أبوبكر و عمر و عثمان و علي و عبدالرحمٰن بن عوف و ابن مسعود و أبي و معاذ و عمار و حذيفة و زيد بن ثابت و أبو الدرداء و أبو موسىٰ و سلمان رضی اللہ عنہم''۔(۱۶)

عہدِ رسالت میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے، وہ ا:......حضرت ابوبکر عبداللہ بن عثمان تیمی قرشیؓ (۵۱ق ھ-۱۳ھ/۵۷۳ء-۶۳۴ء)، ۲:......حضرت عمرؓ (۴۰ق ھ-۲۴ھ/۵۸۴ء-۶۴۴ء)، ۳:......حضرت عثمانؓ (۴۷ق ھ-۳۱ھ/ ۵۷۷ء-۶۵۶ء)، ۴:......حضرت علیؓ (۲۳ق ھ-۴۰ھ/ ۶۰۰-۶۶۱ء)، ۵:......حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۴۴ق ھ-۳۲ھ/ ۵۸۰ء-۶۵۲ء)، ۶:......حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ (۰۰۰-۳۲ھ/ ...... -۶۵۳ء)، ۷:......حضرت ابی بن کعب الانصاریؓ (۰۰۰-۲۱ھ/ ۰۰۰-۶۴۲ء)، ۸:......حضرت معاذ بن جبل خزرجی انصاریؓ (۲۰ق ھ-۱۸ھ/ ۶۰۳-۶۳۹ء)، ۹:......حضرت عمار بن یاسرؓ (۵۷ق ھ-۳۷ھ/ ۵۶۷-۶۵۷ء)، ۱۰:......حضرت حذیفہ بن الیمانؓ (۰۰۰-۳۶ھ/ ۰۰۰-۶۵۶ء)، ۱۱:......حضرت زید بن ثابت خزرجی انصاریؓ (۱۱ق ھ-۴۵ھ/ ۶۱۱-۶۶۵ء)، ۱۲:......حضرت ابوالدرداء عویمر بن مالکؓ (۰۰۰-۳۲ھ/ ۰۰۰-۶۵۲ء)، ۱۳:......حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (۲۱ق ھ-۴۴ھ/ ۶۰۲-۶۶۵ء)، ۱۴:......حضرت سلمان فارسیؓ (۰۰۰-۳۶ھ/ ۰۰۰-۶۵۶ء) رضی اللہ عنہم تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتووں پر عمل کیا جاتا تھا اور ان کی فقہی بصیرت و تقلید کو راہِ نجات سمجھا جاتا تھا۔

www.banuri.edu.pk

خلافت راشدہ میں رائے اور فتووں پر عمل

خلافتِ راشدہ میں بھی رائے اور فتووں پر عمل کیا جاتا تھا، چنانچہ فقہاء سبعہ میں قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۶ھ کا بیان ہے:

’’ان أبابکر الصدیقؓ کان إذا نزل به أمریرید فیه مشاورةَ أهل الرأی وأهل الفقه، و دعا رجالًا من المهاجرین والأنصار، عمرؓ و عثمانؓ و علیاؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ و معاذ بن جبلؓ و أبی بن کعبؓ و زید بن ثابتؓ، و کل هولاء یفتی فی خلافة أبی بکرؓ، و إنما تصیر فتوی الناس إلی هولاء، فمضٰی أبوبکرؓ علی ذلک، ثم ولی عمرؓ فکان یدعوهؤلاء النفر، وکانت الفتویٰ تصیر و هوخلیفة إلی عثمانؓ و أبیؓ و زیدؓ‘‘۔

’’بلا شبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی نیا مسئلہ اور واقعہ پیش آتا، وہ اس میں اہل الرائے اور اہل فقہ سے مشورہ لینے کا ارادہ فرماتے تو مہاجرین وانصار میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بلاتے تھے اور یہی لوگ خلافت صدیقی میں فتوے دیتے تھے اور لوگوں کی طرف سے جو سوالات آتے وہ انہی کو پہنچائے جاتے تھے۔ یہ فتاویٰ کے مرجع تھے اور انہی کا فتویٰ چلتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہی معمول تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمرانی کا زمانہ جب شروع ہوا تو وہ بھی انہی لوگوں کو بلاتے تھے اور انہی کے فتووں پر عمل جاری تھا۔ اور فتوے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو پہنچائے جاتے تھے۔‘‘ (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دورِ فرمانروائی میں یہ خود فتوے دیتے تھے)۔

حواشی وحوالہ جات

۱:......کشف الاسرار علیٰ أصول فخر الاسلام البزدویؒ، ج:۳،ص:۲۱۰، کراچی الصدف پبلشرز، الإجتهاد فی الشریعة الإسلامیة و بحوث أخری، إدارة الثقافة و النشر بالجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامیة، ۱۴۰۴ھ۔

۲:......أصول الجصاص، ج:۲،ص:۲۲۲۔

۳:......معالم السنن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ، ج:۴،ص:۱۵۳، بذل المجھود، کراچی، معھد الخلیل، ج:۴،ص:۳۰۹۔

۴:......تفسیر القرآن العظیم، مصر، مصطفی البابی، ۱۳۵۶ھ، ج:۱،ص:۳۔

۵:......طبقات الفقہاء للشیرازی، بغداد ۱۳۵۶ھ،ص:۳۔

۶:......مقدمہ ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح، القاہرۃ، دار المعاد، طبع ۱۴۱۱ھ،ص:۴۹۴۔

☆......تدریب الراوی، طبع ۱۹۵۹ء،ص:۴۰۵،۴۰۶۔

www.banuri.edu.pk

☆......إرشاد طلاب الحقائق إلی معرفة سنن خیر الخلائق للنوویؒ، المدینه المنورة، مكتبة الإیمان ۱۴۰۸ھ، ج:۲،ص:۵۹۷۔

۷:......الأحكام، القاهرة، إدارة الطباعة المنیریة، ۱۳۴۷ھ، ج:۵،ص:۹۲۔

۸:......الأحكام، ، ج:۵،ص:۹۲-۹۳، (وله) الرسالة الثالثة، أصحاب الفتیا من الصحابةؓ ومن بعد هم علی مراتبهم فی كثرة الفتیا، ص: ۳۱۹۔اس رسالے میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ارباب فتویٰ کی مجموعی تعداد ایک سو باسٹھ بیان کی ہے، ان میں ۱۴۲ مرد اور ۲۰ خواتین ہیں۔مکثرین سات، اور متوسطین ۱۳ بیان کیے ہیں، باقی سب مقلین ہیں۔ یہ رسالہ سید کروی حسن کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ نے ۱۳۵۱ھ میں بیروت سے شائع کیا ہے۔

۹:......شرح فتح القدیر، ج:۳،ص:۳۳۰۔ ۱۰:......ایضاً، اصحاب الفتیا۔

۱۱:......سنن ابی داوٗد، ج:۱،ص:۲۸۸، کراچی، سعید اینڈ کمپنی۔

۱۲:......النساء:۱۲۷،۱۷۶۔ ۱۳:......السیوطیؒ، الحاوی للفتاوی، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء، ج:۱،ص:۱۶۱۔

۱۴:......الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، ج:۲،ص:۳۵۱۔

۱۵:......الحاوی للفتاوی، ج:۱،ص:۱۶۲، (لہ) الکنز المدفون فی الفلک المشحون،ص:۲۵۲۔

۱۶:......المدہشی، بیروت، عباس احمد الباز،ص:۵۱۔

(جاری ہے)

www.banuri.edu.pk